چودھواں مرثیہ

.... ہوا شہید

(۱)

.... — .... ہوا شہید .... ہوا شہید
.... — .... ہوا شہید .... — — .... منور ہوا شہید
.... — — .... ہو گیا
.... پاک ہو گیا

(۲)

خورشید آسمان امامت ہوا شہید اور ناخدائے کشتی امت ہوا شہید
موج محیط قلزم رحمت ہوا شہید اور آشنائے بحر شجاعت ہوا شہید
گیتی تباہ ہو گئی دنیا الٹ گئی
اور بوسہ گاہِ احمدِ مختار کٹ گئی

(۳)

صدائے دیں میں فتح کے باجوں کا شور تھا اور خیمۂ امام میں اک حشر تھا بپا
تھا دختران فاطمہ زہراؑ کا سر کھلا اور سر پہ خاک اڑاتی تھی ناموس مصطفیٰ
رانڈوں کے قافلے میں عجب شور و شین تھا
سیدانی تھی غلغلۂ وا حسینؑ تھا

(۴)

ہے ہے ستم شعاروں نے کیسا غضب کیا خوفِ خدا نہ آلِ نبیؐ کا ادب کیا
سبطِ نبیؐ کو آپ ہی گھر سے طلب کیا اور خود ہی قتل بےگنہ و بےسبب کیا
دینِ نبیؐ کو خاک میں ہے ہے ملا دیا
نوکِ سناں پہ مصحفِ ناطق چڑھا دیا

(۵)

باز آئے ان جفاؤں پہ ہرگز نہ پُرگناہ بولا سپاہ سے عمرِ سعد روسیاہ
ہاں آلِ مصطفیٰ کو کرو جا کے اب تباہ اور لوٹ لو بضاعتِ سلطانِ دیں پناہ
کاٹو طنابیں اور گرا دو خیام کو
پھونکو تمام عترتِ خیرالانام کو

(۶)

اس وقت ایک افسر شامی نے یہ کہا مردود روسیہ تجھے غارت کرے خدا
خوفِ خدا نہیں تجھے بےشرم بےحیا اطفالِ خوردسال کی ہے اس میں کیا خطا
ڈرتا نہیں لعین خدا کے عتاب سے
فی النار سب کے سب نہ کہیں ہوں عذاب سے

(۷)

القصہ جب زبان سے شامی کے یہ سنا شرما کے وہ لعین بھی خاموش ہو رہا
لیکن رہا نہ باز شرارت سے بےحیا پھر حکم اہل فوج کو تاراج کا دیا
خیمے میں اہلِ بیتؑ کے کہرام ہو گیا
نامحرموں کا داخلہ عام ہو گیا

www.emarsiya.com

(۸)

بازار اہل شام ہوا خیمۂ امام | تلواریں کھینچ کھینچ کے داخل ہوئے تمام
کچھ بھی کیا نہ عابدِ زہراؑ کا احترام | تھا خیمۂ حسینؑ میں اک اژدحام عام
تھا حال بےکسوں کا یہ اس اژدحام میں
چھپتے تھے ایک ایک کے پیچھے خیام میں

(۹)

دزدانہ خیمہ‌گاہ میں آئے وہ نابکار | بےخوف لوٹنے لگے رانڈوں کا تار تار
چھینی ردائیں اور زر و زیور لیا اتار | بالوں میں منہ چھپاتی تھیں ہر دم وہ سوگوار
سر پر ردا کسی کے نہ زیور کا تار تھا
بچوں کا تھا نہ ہوش عجب اضطرار تھا

(۱۰)

آئے خیام میں جو لعینان خشمناک | سیدانیاں حجاب کے مارے ہوئیں ہلاک
چھپتی تھیں گوشے گوشے میں ملتی تھیں منہ پہ خاک | بھر بھر کے آہیں کہتی تھیں ہر دم وہ سینہ چاک
پھٹ جائے اب زمیں تو سما جائیں اے خدا
نامحرموں کو شکل نہ دکھلائیں اے خدا

(۱۱)

اسباب لی کسی کی تو بندے لئے اتار | اور کان گوشوارہ کی خاطر کئے فگار
چھوڑا کسی کے پاس نہ زیور کا ایک تار | چھینی ردائیں سر کی طمانچوں سے مار مار
بھاگے کوئی تو پشت پہ نیزہ لگاتے ہیں
بچوں کو تازیانے سے ظالم ڈراتے ہیں

www.emarsiya.com

(۱۲)

کہتا تھا اہل فوج سے یہ شمر نابکار | فرماں‌روائے شام کے ہیں یہ قصوروار
جائے نہ بھاگ کر کوئی رن میں سے زینہار | رکھنا حفاظت ان کی خبردار ہوشیار
کرنا نہ رحم ان پہ کہ اب کچھ خطر نہیں
ہو کون سرپرست کہ مردوں کے سر نہیں

(۱۳)

چھپ چھپ کے گوشے گوشے میں روتی تھیں بیبیاں | کہتے تھے پرجفا نہ کرو نالہ و فغاں
تھے لوٹ پر تلے ہوئے ظالم جہاں تہاں | پھرتے تھے ڈھونڈتے ہوئے رختِ شہ زماں
تھا شور بےکسوں میں دہائی رسولؐ کی
امت نے لوٹ لی ہے کمائی بتولؑ کی

(۱۴)

آلِ عبا تھی اپنی مصیبت پہ مبتلا | اور ناریوں نے خیمۂ اطہر جلا دیا
گھبرا کے نکلے اہل حرم وامصیبتا | سر پر کسی کے برقع نہ مقنع نہ تھی ردا
بچوں کو گود میں لئے پھرتی تھیں بیبیاں
گھبرا کے گام گام پہ گرتی تھیں بیبیاں

(۱۵)

کہتی تھیں ایک ایک سے وہ سب بہ التجا | اے ظالمو نہیں تمہیں خوفِ خدا ذرا
یعنی کہ ہم ہیں عترتِ اطہار مصطفیٰ | دیکھو خدا کو مانو نہ لو سر سے تم ردا
ہرگز سنی کسی نے نہ فریادِ اہل بیتؑ
اور کی نہ کلمہ‌گویوں نے امدادِ اہل بیتؑ

(۱۶)

القصہ تھوڑی دیر کے پیچھے بہ کر و فر ہمراہ شمر خیمے میں داخل ہوا عمر
بیمارِ کربلا پہ پڑی اس کی جب نظر دیکھا کہ اک مریض ہے بے ہوش خاک پر
لرزے سے تپ چڑھی ہے بدن تھرتھراتا ہے
لاغر ہے ناتوان ہے غش پر غش آتا ہے

(۱۷)

دیکھی جو اس نے صورتِ بیمارِ کربلا اس وقت آکے طیش میں بولا وہ پرجفا
اے وائے تم کو کیا ہوا اے قوم اشقیا اس طفل کو حسینؑ کے زندہ ہے کیوں رکھا
ہاں جلد جا کے قتل کرو اس اسیر کو
باقی نہ رکھو نسلِ جنابِ امیر کو

(۱۸)

سن کر سخن عمر کا غرض شمر بدگہر بیمار کی طرف کو بڑھا تیغ کھینچ کر
اس وقت ایک شخص یہ بولا خدا سے ڈر سادات کی تباہی سے اب تک نہیں حذر
کرتا ہے قتل کس لئے خود نیم جاں ہے یہ
مرجائے گا ہمیں کہ بہت ناتواں ہے یہ

(۱۹)

یہ شور جب کہ کان میں بیمار کے پڑا غش سے کھلی جو آنکھ تو دیکھا یہ ماجرا
چاروں طرف ہے نرغۂ افواجِ اشقیا جھنجھلا کے تب یہ سید سجادؑ نے کہا
اے ظالمو بتاؤ تو یہ کیا غضب کیا
ناموسِ مصطفیٰؐ کا نہ کچھ بھی ادب کیا

www.emarsiya.com

(۲۰)

سن کر کلام سید سجادؑ دل‌فگار غصے میں لے کے تیغ بڑھا شمر نابکار
بیمارِ کربلا پہ کیا چاہتا تھا وار دوڑیں جگہ سے زینبؑ ناچار بے‌قرار
اس ناتوان و زار سے آ کر لپٹ گئیں
اور بیبیاں چہار طرف سے چمٹ گئیں

(۲۱)

پھر زینبؑ حزیں نے بصد نالہ و بکا سر پیٹ پیٹ کر پسرِ سعد سے کہا
اے ابنِ سعدِ شوم تجھے شرم دے خدا اب تک بھی ظلم و جور سے کیا جی نہیں بھرا
آلِ نبیؐ کو کشتہ و تاراج کر چکا
اور پنجتنؑ کا خاتمہ تو آج کر چکا

(۲۲)

میرے نبیؐ کی آل میں باقی ہے اک یہی ہے اس مریضِ زار کی تدبیر قتل کی
اے دشمنِ خدا یہی مرضی ہے گر تری پہلے مرے گلو پہ چھری پھیر دے شقی
خوش ہوں گی پہلے گر مرے سر کو اڑائے گا
مجھ سے تو یہ ستم کبھی دیکھا نہ جائے گا

(۲۳)

سن کر کلام زینبؑ ناشاد و دل‌فگار یک بار وہ شقی بھی ہوا دل میں شرمسار
باز آیا قتلِ عابدؑ بے‌کس سے نابکار بولا یہ فوج سے نہ کرو قتل زینہار
حداد کو بلاؤ اسیر ستم کرو
منگواؤ بیڑی قید کے ساماں بہم کرو

(۲۴)

اتنے میں جل کے خاک ہوئے شاہ کے خیام — اور عترتِ رسول بھی سب لٹ چکی تمام
زنجیر و طوق لائے پنہانے کو اہلِ شام — سجادؑ بولے شکر ہے اے خالقِ انام
بیڑی جو آئی چلے قدم کو بڑھا دیا
طوقِ گلو کے واسطے سر کو جھکا دیا

(۲۵)

کی عرض یہ جنابِ الٰہی میں اے کریم — راہِ رضا میں تیری رہے گام مستقیم
زنداں بھی تیری راہ میں ہے جنت النعیم — زنجیر و طوق سے نہیں کچھ ہم کو خوف و بیم
ہے قید و بند اپنی شفاعت کا سلسلہ
زنجیر ہے رہائی امت کا سلسلہ

(۲۶)

بابا نے سر کٹایا ہے امت کے واسطے — گھربار سب لٹایا ہے امت کے واسطے
دو پھوپھی نے کھایا ہے امت کے واسطے — یہ سب ستم اٹھایا ہے امت کے واسطے
زنجیر ہو کہ طوق ہو یا خستہ پائی ہو
وہ کام ہو کہ امتِ جد کی رہائی ہو

(۲۷)

فارغ ہوئے جو لوٹ سے وہ بانیِ جفا — اور ہو چکے اسیرِ ستم آلِ مصطفیٰ
سب کیا لکھوں لعینوں نے کیا کیا ستم کیا — وہ کچھ کیا کہ جس کی نہیں حد و انتہا
مارے طمانچے دخترِ سبطِ رسولؐ کو
باندھا رسن میں بازوئے بنتِ بتولؑ کو

(۲۸)

تھے ضربتِ سناں کے ہر اک پشت پر نشاں — چھینے تھے در جو کان سے تھے گوش خونچکاں
سیلی کے نیل روئے سکینہؑ پہ تھے عیاں — بچوں کے گال لال تھے مجروح بیبیاں
بالوں میں خاک گرد میں چہرے اٹے ہوئے
بارہ گلے تھے ایک رسن میں بندھے ہوئے

(۲۹)

پھر ابنِ سعد فوج سے کہنے لگا پکار — ہاں قیدیوں کو اونٹوں پہ جلدی کرو سوار
اور لے چلو انہیں سوئے میدانِ کارزار — تا وارثوں کی لعش کو دیکھیں یہ سوگوار
بیووں کے آگے سرِ شہدا کے قلم کرو
سہرائے کشتگاں سرِ نیزہ علم کرو

(۳۰)

تا غم سے دل دونیم ہوں اور ہوں جگر فگار — ماتم میں وارثوں کی حزیں ہوں یہ سوگوار
اونٹوں پہ باغیوں نے سیدوں کو کیا سوار — اور عابدِ مریض کو اونٹوں کی دی مہار
اعزازِ آلِ پاک نہ ہرگز ذرا کیا
پوتے کو مرتضیٰ کے شتربان بنا دیا

(۳۱)

القصہ جب کہ قافلہ واں سے رواں ہوا — اسوارِ پشتِ ناقہ ہوئیں سب وہ بے ردا
اور آگے آگے اونٹوں کے عابدِ برہنہ پا — ہر ہر قدم پہ کرتے تھے شکرِ خدا ادا
چبھتے تھے کانٹے پاؤں میں غش پر غش آتے تھے
رکتا تھا جب مریض تو دُرّے لگاتے تھے

www.emarsiya.com

(۳۲)

دیکھا جو حال خستہ بیمار کربلا تب زینبؑ حزیں کے نہ دل سے رہا گیا
کہنے لگی لعینوں سے وہ غم کی مبتلا اے ظالمو نہیں تمہیں خوف خدا ذرا
مشکلکشائے خلق کی یہ یادگار ہے
بیمار ہے نحیف ہے زار و نزار ہے

(۳۳)

کیونکر پیادہ پا یہ چلے گا کہ ہے نزار بہر خدا اسے مرے بدلے کرو سوار
پشتِ شتر پہ اب نہ چلوں گی میں زینہار اتنے میں ایک حشر ہوا اور آشکار
ناگاہ مقتلِ شہدا میں گذر ہوا
عابدؑ کا درد و رنج سے ٹکڑے جگر ہوا

(۳۴)

بولا کہ السلام علیک اے شہ امم مقتول تیغ جور و جفا کشتۂ ستم
حاضر سلام کے لئے ہے یہ اسیر غم واللہ یہاں سے آگے اب اٹھتے نہیں قدم
زیور ملا ہے شہ کے دکھانے کے واسطے
زنجیر رہ گئی تھی پہنانے کے واسطے

(۳۵)

بابا تمہارے بعد بہت خستہ ہم ہوئے اب کیا کہیں کہ جان پہ کیا کیا ستم ہوئے
زنجیر پہنی اور اسیر الم ہوئے دُرّے بھی کھائے زیر ستم ہر قدم ہوئے
ماں بہنیں بے ردا ہوئیں آنکھوں کے سامنے
سر سے ردائیں چھن گئیں آنکھوں کے سامنے

(۳۶)

بیمار کی خبر لو مسیحائے روزگار کیجے علاج درد کا میں آپ کے نثار
ہوتا ہے اب قدم سے جدا یہ نحیف و زار لیجائیں دیکھئے مجھے کس جا ستم شعار
اب میں ہوں اور حاکم اظلم کا سامنا
دربار میں ہے زینبؑ پرغم کا سامنا

(۳۷)

یہ کہہ کے گر پڑا قدم شہ پہ وہ نزار اور جوش گریہ سے نہ رہا دل پہ اختیار
رانڈوں کے قافلے میں ہوا حشر آشکار اونٹوں سے گر پڑیں وہ غرض ہو کے بے قرار
نعش اخی سے زینبؑ مضطر لپٹ گئی
اکبرؑ سے جا کے بانوئے مضطر لپٹ گئی

(۳۸)

کرتی تھیں بین زینبؑ مغموم و پرمحن اے بھائی تیری نعش کے قربان یہ بہن
اے بھائی تیری نعش ہے بے گور و بے کفن چادر نہیں کہ تم کو اڑھائے یہ خستہ تن
نامحرموں کا سامنا ہے بے ردائی ہے
تم دیکھتے ہو بلوے میں زہراؑ کی جائی ہے

(۳۹)

اے بھائی یہ بہن تری عزت پہ ہو نثار اے بھائی تیرے صدقے یہ خواہر جگرفگار
وقتِ اخیر ہے یہ بہن تجھ سے شرمسار پانی کی بوند تک نہ ملی تجھ کو زینہار
افسوس آج خواہر مغموم لٹ گئی
[illegible]

www.emarsiya.com

(۳۰)

قربان یہ بہن تری اے فاطمہؑ کے لال — اے بھائی کس قدر مرے پردے کا تھا خیال
بے پردہ دیکھ لے مجھے خورشید کیا مجال — اور آج بلوے میں ہے کھلے سر نبیؐ کی آل
اے بھائی آج آ کے بچاتے نہیں ہو تم
نامحرموں سے مجھ کو چھپاتے نہیں ہو تم

(۳۱)

لکھتا ہے اس بیان کو یوں واقعہ نگار — سن کر بیان زینبؑ مغموم و بے قرار
اسپ و شتر بھی اشک بہاتے تھے زار زار — بے اختیار نالہ سرا تھے ستم شعار
سینہ زنی تھی نوحہ و ماتم کا جوش تھا
اس وقت تن بدن کا کسی کو نہ ہوش تھا

(۳۲)

لکھتے ہیں راویان روایات پرمحن — اک لڑکی خوردسال بصد آہ و دل شکن
آئی قریب نعش شہنشاہ بے کفن — زندہ سمجھ کے نعش کو بولی وہ خستہ تن
بابا اٹھو کہ بلانے کو آئی ہوں
روٹھی ہوئی ہوں تم کو منانے کو آئی ہوں

(۳۳)

اے بابا جان اب نہیں وہ پیار آپ کا — دیکھا نہیں ہے مجھ سے دیدار آپ کا
تکتے ہیں رستہ عابدؑ بیمار آپ کا — لوٹا ستم شعاروں نے گھربار آپ کا
دُر چھینے میرے کان سے دیکھو یہ حال ہے
مارے طمانچے شمر نے منہ سارا لال ہے

(۳۴)

جب مادر سکینہؑ کی اس پر پڑی نظر — بیتاب ہو کے کہنے لگی تب وہ نوحہ گر
کچھ خبر ہے سکینہؑ ترا دھیان ہے کدھر — تو ہو گئی یتیم ترا اٹھ گیا پدر
بابا نہیں کہ سینے پہ تجھ کو سلائیں گے
وہ واں گئے نہیں ہیں جہاں سے پھر آئیں گے

(۳۵)

سن کر کلام مادر مغموم و دل فگار — نعش پدر سے دوڑ کے لپٹی وہ بے قرار
روتی تھی غم میں باپ کے اس طرح زار زار — گریاں تھے اس کے بین سے وہ سب ستم شعار
اب کیا لکھوں کہ شمر ستم گر نے کیا کیا
ذرے لگا کے نعش پدر سے جدا کیا

(۳۶)

صد آفریں طاہر ثناخوان کربلا — کھینچا ہے کیا مرقع میدان کربلا
دکھلا دیا نگاہ سے سامان کربلا — یہ سب ہے لطف خاص سلیمان کربلا
اس کا صلہ تجھے ترے مولا دلائیں گے
اب سمت کربلائے معلا بلائیں گے

www.emarsiya.com